Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 43, Sr.No.129, 2022 pp 39 - 46

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۴۳، شمارہ ۱۲۹، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۲۲ء

انیس اشفاق کے افسانے کا تنقیدی جائزہ

☆امتیاز احمد

Abstract:

"Anees Ashfaq belongs to Lakhnow and he is well acquainted with its environment. He has prominent place in field of Lakhnow Nagari (writing about Lakhnow.) He seems to has natural inclination for writing short stories. He wrote in clear and concise manner whatever he observed and experienced. He has great command over the usage of fascinating techniques. He has used the technique of flashback in a splendid manner. He shows great boldness while following the footprints of the realists. His realism is the manifestation of boldness. He has enriched his writings with Eastern values. There appears to be a mixture of realism and romanticism in his writings. To be precise, he makes possible whatever appears to be impossible."

اردو افسانے کی روایت زیادہ پرانی نہیں ہے۔افسانہ بیسویں صدی کی پیداوار ہے۔جس طرح ناول داستان کے عروج کے زمانے میں سامنے آیا اسی طرح افسانہ بھی ناول کے عروج کے عہد میں تخلیق کیا گیا۔کہانی کے اندر ماضی اور مستقبل کے احساسات اور فکر کو سجاد حیدر یلدرم نے جگہ دی تو دوسری طرف پریم چند نے حال پر بات کر کے ایک نئے عہد کی بنیاد رکھی۔ یہ دونوں افسانہ نویس اردو افسانے کے موجد کے طور پر سامنے آئے۔یہ ایک الگ بحث ہے کہ افسانے کی روایت بہت بری طرح متاثر ہوتی رہی ہے۔کچھ ناقدین افسانے کی حمایت میں سامنے آئے تو فاروقی جیسے قدآور نقاد نے افسانے کی مخالفت کا نعرہ لگایا۔رومانی افسانہ حقیقت نگاری میں سے گزر کر جدیدیت میں داخل ہوا تو اس کی شکل وصورت مزید بگڑ گئی۔ جدیدیت نے جہاں افسانے کو نئے موضوعات دیے وہاں شخصی کرداروں کی موت کا بھی سبب بنی۔کہانی پن کا خاتمہ کر کے اردو افسانے کے ہاتھ پیر توڑنے کی کوشش کی گئی تو مابعد جدیدیت افسانے کو سہارا دینے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی،لیکن وہ جدیدیت کی گہری کھائی میں گرنے سے بچ نہ سکی۔

☆ (لیکچرار) شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سانگلہ ہل، ضلع ننکانہ صاحب۔

بہر حال معاصر افسانہ نگاروں میں کئی ایسے نام سامنے آئے، جنہوں نے اردو افسانے میں کہانی پن اور شخصی کرداروں کی واپسی کے لیے سنجیدہ کوششیں کیں۔ انیس اشفاق نے عہد حاضر کے ایک صاحب اسلوب افسانہ نگار کے طور پر اپنی پہچان قائم کی ہے۔ وہ ایک نڈر اور تلخ حقیقت نگار تصور کیے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے سیما نے لکھا ہے:

> "ایک طرف پرانی ڈگر کے کہانی کار تھوڑی سی ھیر پھیر کے ساتھ کہانی تخلیق کرتے ہیں اور نت نئے ملکی مسائل سے قاری کو آگاہ کرتے ہیں تو دوسری طرف نئے عہد کا پیغام دینے والے فنکار اپنی کہانیوں کے وسیلے سے ایک آزاد روش اختیار کرتے ہوئے سامنے آتے ہیں۔" (۱)

بالکل اسی طرح انیس اشفاق نے کوئی ہیر پھیر نہیں کی اور آزاد روش اختیار کی ہے۔ انہوں نے جس چیز کا مشاہدہ کیا اسے بلاخوف کاغذ پر اتار دیا۔ وہ اپنی بے خوفی سے پیدا ہونے والے نتائج سے نہیں گھبراتے۔ یہی بڑی وجہ ہے کہ انہیں کسی شارٹ کٹ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ ایک ہی وقت میں شاعر، نقاد، ناول نگار اور افسانہ نویس ہیں۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور اس کے ماحول سے اچھی طرح واقف ہیں۔ لکھنؤ نگاری کی ادبی روایت یوں تو بہت قدر آور ہے۔ لیکن انیس اشفاق نے اس روایت کو بہت عمدگی کے ساتھ متاثر کیا ہے۔ ان کا ایک الگ انداز قاری کو لکھنؤ کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان کی لکھنؤ نگاری کے حوالے سے حسین لکھتے ہیں:

> " مگر انیس اشفاق ان معنوں میں بھی ممتاز ہیں کہ ان کا لکھنؤ نوابی ہے، نہ برٹش ہے، بلکہ آزاد ہندوستان کی وہ قدیم بستی جو اپنی کربلاؤں، درسگاہوں، مسجدوں، امام بارگاہوں اور محل سراؤں میں زندہ ہے۔" (۲)

انیس اشفاق کا فکشن اپنے اندر لکھنؤ نگاری کا ایک الگ اسٹائل لیے ہوئے ہے۔ وہ لکھنؤ کی مٹتی ہوئی تہذیب پر احتجاج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے جملوں میں پرانے لکھنؤ کی مہک ہے، وہ نئے لکھنؤ کا ذکر تو نہیں کرتے لیکن ان کی منظر نگاری سے محسوس ہوتا ہے کہ اب لکھنؤ کا نقشہ بالکل تبدیل ہو چکا

ہے۔لکھنؤ علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے اور وہاں کی تہذیب مٹ چکی ہے۔اشفاق لکھنوی تہذیب کے مٹ جانے پر افسردہ ہیں۔ ان کا قاری یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ ان کی انگلی پکڑے،لکھنؤ کی گلیوں میں حالت سفر میں ہے اور اجڑی ہوئی مسجدوں، امام بارگاہوں، کربلاؤں، درسگاہوں اور محل سراؤں کا اپنی آنکھوں سے براہ راست مشاہدہ کر رہا ہے۔ایک پرانی بیاض میں لکھا ہوا قصہ ان کا پہلا افسانہ ہے جس میں لکھنؤ نگاری کیا اعلیٰ نمونے موجود ہیں۔ دکھیارے، خواب سراب اور پری ناز اور پرندے ان کے تینوں ناول بالترتیب لکھنؤ نگاری کے لیے ہی تخلیق کیے گئے ہیں۔

انیس اشفاق کے فکشن کا ایک اور جداگانہ رنگ جو انہیں فنی اوج عطا کرتا ہے وہ ان کے لافانی کردار ہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والے کردار تخلیق کرنا ایک بہت مشکل فن ہے۔اس سے پہلے ناول یا افسانے کے کردار اپنے اندر ایک اجتماعی لاشعور سموئے ہوئے تھے۔اس بابت بیگ کہتے ہیں:

"کردار مختلف زمانوں اور عمروں کے تفاوت کے باوجود اجتماعی لاشعور کی ڈوری میں پروئے ہوئے ہیں۔"(۳)

انیس اشفاق نے کرداروں کی تخلیق کے معاملے میں مزاحمتی رویہ اپنانے کی کوشش کی ہے۔ان کے کردار بالکل آزاد اور خود مختار ہیں۔انہیں اپنے ہاتھ میں لاٹھی پکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔شخصی کردار کو لافانی بنانے کے لیے ہے مصنف کو جان گسل رومانی تجزیے سے گزرنا پڑتا ہے اور ایک لافانی کردار ہی اچھے تخلیق کار کی پہچان بنتا ہے۔دکھیارے ناولٹ کا ایک لافانی کردار (بڑے بھیا) کی صورت میں سامنے آیا ہے۔اس کردار کے بارے میں ذوقی لکھتے ہیں:

"ناول میں ایک بڑا بھائی ہے جو ناول کی دنیا میں ایک نہ بھولنے والے کردار کے طور پر یاد رہے گا۔"(۴)

انیس اشفاق کے سبھی کردار نہ بھولنے والے ہیں،لیکن بڑے بھیا کا کردار ایک لافانی کردار کے طور پر ہمیشہ ان کی پہچان بنا رہے گا۔بڑے بھیا ایک دماغی عارضے میں مبتلا ہیں۔ وہ پاگل نہیں ہیں بلکہ انہیں جز وقتی دورے پڑتے ہیں اور وہ اس دوران اپنے پرائے کی پہچان کھو بیٹھتے ہیں۔ان کا لہجہ مترنم

اور زبان میٹھی ہے۔ان کے تلفظ کی ادائیگی بھی با کمال ہے۔انہوں نے ساری زندگی مسجدوں اور مندروں میں گزار دی۔ بالآخر گردوں کی بیماری میں مبتلا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ ایسا کردار عمومی طور پر ہر دوسرے یا تیسرے گھر میں پایا جاتا ہے اور اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح دوسری دنیا سے استوار رہتا ہے۔ مضبوط کرداروں کی تخلیق نے انیس اشفاق کے فکشن کو مضبوطی بخشی ہے۔

عہد حاضر کا فکشن خود کو جنس نگاری سے محفوظ نہیں رکھ سکا۔غیر تخلیقی جنسی رویوں نے بہت سارے تخلیق کاروں کو رسوائی کی طرف دھکیلا ہے۔ انیس اشفاق نے بھی جنس نگاری پر لکھا ہے،لیکن ان کے موضوعات ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔اس سے پہلے جنس نگاری میں کئی ایک رویے شامل تھے۔ اس بارے میں مہناز نے لکھا ہے:

> "اس دور میں بھی بعض افسانہ نگاروں نے جنس کے موضوع کو محض سماجی حقیقت کے طور پر سمجھا اور پیش کیا ہے۔بعض نے انفرادی رجحان کی حیثیت سے، ایک بیماری کی حیثیت سے یا ایک جذبہ، ایک جبلت کے طور پر پیش کیا ہے۔"(۵)

وہ ناولوں اور افسانوں میں جنس مخالف سے متاثر بھی ہوتے ہیں لیکن ان کے طرز عمل میں ایک رکھ رکھاؤ پایا جاتا ہے۔وہ عورت کے پردے کے قائل ہیں اور اس سے حظ نہیں اٹھاتے۔ وہ پردے میں رہ کر بات کرنا پسند کرتے ہیں۔ان کی محبت میں مشرقیت پائی جاتی ہے۔ وہ بیچ چوراہے عورت کو بے پردہ نہیں کرتے۔ انیس اشفاق عورت کے معاملے میں انتہا پسند بھی نہیں ہیں بلکہ ان کا رویہ بے حد معتدل ہوتا ہے۔ان کے ہاں ادبمیں طوائف بھی نظر آتی ہے لیکن وہ ایک باپردہ اور سلیقہ مند خاتون کے طور پر قاری کے سامنے آتی ہے۔ان کی طوائف ایک پڑھی لکھی عورت اور سینے میں ممتا لیے ہوئے شرم وحیا کا پیکر دکھائی دیتی ہے۔جنس نگاری کے حوالے سے ان کا فکشن بالکل ایسے ڈرامے کی مانند ہے جسے فیملی میں بیٹھ کر دیکھا جا سکتا ہے۔ان کی یہی جنس نگاری انہیں معاصر ناول نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔خواب سراب کی طوائف ہو یا دکھیارے کی ہیروئن، وہ دونوں بیک وقت ایک ہی جسم کے دوسائے نظر آتی ہیں۔

انیس اشفاق کا فکشن اپنے اندر بے شمار پراسراریت سموئے ہوئے ہے۔ ان کی کہانیوں میں

درخت کھاتے پیتے اور باتیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔آسیب ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیت ہے۔ان کی پوری نثر کے اندر یہ تمام چیزیں موجود ہیں۔اس حوالے سے فاروقی لکھتے ہیں:

" ان کی نثر کے کئی دلکش پہلو نمایاں ہو رہے ہیں۔ آہستہ رو آہنگ،تھوڑی سی پر اسراریت، گزشتہ اور اکثر کھوئی ہوئی باتوں کی یاد اور تلاش۔" (۶)

وہ کہیں پر بھی عجلت پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ ان کے داستانوی ادب بلکہ پوری نثر میں ایک پر سکون ٹھہراؤ پایا جاتا ہے۔ وہ اکثر کھوئے ہوؤں کی جستجو میں رہتے ہیں۔ ماں اور بڑے بھیا کی موت ان کے لیے زندگی کا سب سے بڑا نقصان ہے۔انہیں ماضی کی یادیں اور باتیں اکثر بے چین کیے رکھتی ہیں۔ بالخصوص ان کے ناولوں میں ماضی کی گونج واضح سنائی دیتی ہے۔ان کا یہی ماضی اچانک ان کی آپ بیتی بن کر سامنے آتا ہے۔بعض دفعہ آپ بیتی کا عنصر اس قدر غالب آجاتا ہے کہ قاری اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ البتہ ان کا ماضی خوشحال ہونے کے ساتھ ساتھ دھندلا اور کربناک بھی ہے۔ان کی یہی دھندلی یادیں ان کے افسانوی ادب کو چار چاند لگاتی ہیں۔انہیں ماضی میں رہنا اچھا لگتا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ اکثر فلیش بیک کی تکنیک کا سہارا لیتے ہیں۔فلیش بیک کی تکنیک اور اس کے استعمال کے بارے میں پاشا لکھتے ہیں:

" اس عہد کے دونوں ملکوں کے ناولوں میں فلیش بیک کی تکنیک کا بھی کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔" (۷)

فلیش بیک کا کثرت سے استعمال ہمارے موجودہ عہد کے تخلیق کاروں کی ایک خاص پہچان کیوں کر بنا ہے اس کی کافی ساری وجوہات ہیں۔ ہجرت اور اس کے ردعمل کے طور پر پیدا ہونے والے رویوں نے اردو ادب کو بالواسطہ متاثر کیا ہے۔ اس کے علاوہ نوآبادیات اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بگاڑ نے ادیبوں کی حساسیت کو انتہا پر پہنچانے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ ادیب کا معاشرے سے ایک براہ راست تعلق ہوتا ہے۔وہ اپنے مشاہدات میں ہمیشہ اضافہ ہی کرتا ہے۔ انیس اشفاق اپنے اردگرد ہونے والی تبدیلیوں کا دوربین سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ چیزوں کو اپنی اصل میں دیکھنے کے متمنی ہیں۔

جذبات، احساسات، مادیت اور مابعدالطبیعات کے علاوہ مسجدوں، امام باڑوں، درسگاہوں اور شاہانہ عمارتوں میں پیدا ہونے والی غیر معمولی تبدیلیاں انیس اشفاق کو روشن ماضی کی طرف لے کر جانے کا سبب بنتی ہیں۔ پھر وہ انہی دھندلی یادوں کو کاغذ پر اتارنے کے لئے فلیش بیک کی تکنیک کا سہارا لیتے ہیں۔ انہوں نے قدرے اس تکنیک کا استعمال اچھوتے انداز میں کیا ہے۔ ان کا اسلوب ہی اس کے خالق کا پتہ دیتا ہے۔ ان کے فن میں فلیش بیک کی تکنیک سے قاری محظوظ ہوتا ہے۔

جادوئی حقیقت نگاری بھی بے حد مشکل امر ہے لیکن انیس اشفاق نے اس تکنیک کا بھی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ بالخصوص ان کے ناولوں میں جادوئی حقیقت نگاری کے اعلیٰ نمونے دستیاب ہیں۔ تمثال نگاری کے فن سے وہ بخوبی واقف ہیں، وہ جب چاہیں کسی بھی معمولی یا غیر معمولی شے کے اندر جان پیدا کر کے قاری کو تحیر میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ ایک اور تکنیک جس کا استعمال دونوں ملکوں کے ناولوں اور افسانوں میں جا بجا نظر آتا ہے وہ مکتوب نگاری کی تکنیک ہے۔ انیس اشفاق اس تکنیک کے استعمال میں ممتاز مقام کے مالک ہیں۔ ان کے خطوط کی زبان شائستہ، مہذب اور رکھ رکھاؤ والی ہوتی ہے۔ ان کے مکتوب کا مطالعہ کرتے وقت قاری اس گمان میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جیسے وہ کسی شخص سے باتیں کر رہا ہو۔ اس تکنیک کا زیادہ تر استعمال عصر حاضر کے ناولوں میں کیا گیا ہے، لیکن انیس اشفاق نے مکتوب نگاری کی تکنیک کو ناولوں اور افسانوں کے علاوہ اپنے تراجم میں بھی برتا ہے۔ زیادہ تر اس تکنیک کا استعمال ناولوں میں ہی کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے پاشا لکھتے ہیں:

> "خطوط اور ڈائری کی تکنیک کو بھی اس عہد کے ناول نگاروں نے اختیار کیا ہے۔ اگر چہ مغربی ناول میں اس تکنیک کی روایت بہت پرانی رہی ہے۔" (۸)

انیس اشفاق انتہائی حساس فکر کے مالک ہیں۔ ان کی کہانیوں میں علاقائی رنگ بھی ہے اور آفاقیت بھی نمایاں ہے۔ وہ خاندانی مسائل پر افسردہ ہوتے ہیں اور ازدواجی مسائل کے حل کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ وہ لکھنوی تہذیب و معاشرت کا حلیہ بگڑنے پر آبدیدہ دکھائی دیتے ہیں۔ وہ آصف الدولہ اور واجد علی شاہ کے عہد کے لکھنؤ میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ انہیں ان دونوں شخصیتوں سے دلی عقیدت تو

ہے لیکن وہ ان کی عیاشیوں پر بھی خاموش نہیں رہتے۔ انیس اشفاق آصف الدولہ کے عہد کی شیعت کو پسند فرماتے ہیں اور موجودہ عہد میں رونما ہونے والی مذہبی تبدیلیوں اور ناانصافیوں پر دل کھول کر ماتم کرتے ہیں۔ انہیں گاؤں کی زندگی بے حد پسند ہے لیکن ان کا لب ولہجہ خالصتاً لکھنوی ہے۔ وہ حقائق کو تسلیم کرنے کے عادی ہیں اور ہر طرح کے نتائج کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنا پسند کرتے ہیں۔ وہ کرداروں اور قاری کی نفسیات سے آگاہ ہیں اور اپنی تنہائی قاری کے ساتھ بانٹتے ہوئے جھجکتے نہیں۔

☆☆☆☆

ادبی ماٰخذ

(۱) صغیر، سیما: (۲۰۱۰ء)، ترقی پسند اردو ہندی افسانے کا تقابلی مطالعہ، علی گڑھ، مسلم ایجوکیشنل پریس، ص (۲۶۶)

(۲) حسین، رضوان: (۲۰۱۷ء)، لکھنؤ نگاری اور خواب سراب، مشمولہ، روزنامہ صحافت، لکھنؤ، ۲۰ مارچ

(۳) بیگ، مرزا حامد: (۱۹۸۳ء)، افسانے کا منظر نامہ، اِلٰہ آباد، اردو رائٹرس گلڈ، ص (۵۲)

(۴) ذوقی، مشرف عالم: (۲۰۱۴ء)، روزنامہ آگ، لکھنؤ

(۵) انور، مہناز: (۱۹۸۵ء)، اردو افسانے کا تنقیدی مطالعہ، لکھنؤ، نصرت پبلشرز، ص (۵۱)

(۶) فاروقی، شمس الرحمٰن: (۲۰۱۴ء)، سہ ماہی، شب خون، ص (۷)

(۷) پاشا، انور: (۱۹۹۲ء)، ہندو پاک میں اردو ناول، دہلی، پیش رو پبلی کیشنز، ص (۲۶۱)

(۸) پاشا، انور: (۱۹۹۲ء)، ہندو پاک میں اردو ناول، دہلی، پیش رو پبلی کیشنز، ص (۲۶۹)